مسافر کا دو نمازیں جمع کرنا

سوال :۔ مسافر دو دوگانے اکٹھے ایک ہی وقت میں ادا کر سکتا ہے یا نہیں جب کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو۔ اور عصر بھی ساتھ ہی پڑھ لے۔

ابراہیم
پیپلز کالونی لائل پور

جواب :۔ مسافر کے لئے جمع نماز جائز ہے لیکن ترجیح اسی کو ہے کہ چلنے کے وقت یا اُترنے کے وقت جمع کرے۔ ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہو۔ مثلاً دو تین روز کے لئے قیام کیا ہوا ہو۔ تو ایسے مسافر کے لئے دوگانہ ثابت ہے۔ جمع ثابت نہیں اور چلنے کے وقت یا اُترنے کے وقت جمع کرے تو وہ دوگانہ ہی پڑھے گا۔ کیونکہ مسافر پر دوگانہ ہی ہے۔ چلنے کے وقت اگر خیال ہو کہ اپنی جگہ پہنچنے سے پہلے نماز کا وقت نہیں رہے گا اور رستہ میں بھی پڑھنے کا موقعہ نہیں ملے گا تو اِس صورت میں پچھلی نماز کو پہلی نماز کے ساتھ جمع کرے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ مشکل زیادہ تر لاری میں پیش آتی ہے۔ ریل میں عموماً جگہ مل جایا کرتی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی حال ماڈل ٹاؤن لاہور

بیمار کے لئے نماز قصر کا مسئلہ

سوال :۔ کیا بیمار کی نماز میں بھی مسافر کی نماز کی طرح قصر ہے یا نہیں۔

محمد فیروز دین نائب مدرس ورنیکل سکول چاہڑ
ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ

جواب :۔ بیمار کی نماز میں قصر نہیں آئی۔ ہاں دوسری طرح سے تخفیف آئی ہے۔ مثلاً کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو پہلو پر لیٹ کر سہی۔

عبداللہ امرتسری روپڑ

۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء

جماعت کا بیان

سفر میں یا حضر میں جنگل یا آبادی میں اکیلا جماعت کرا سکتا ہے

سوال :- خالد۔ زید۔ بکر تینوں کی اس مسئلہ میں نزاع ہے کہ اکیلا شخص جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں۔ خالد مطلقاً انکار کرتا ہے کہ اکیلا جماعت نہیں کرا سکتا۔ کیونکہ اس کا کوئی صریح ثبوت نہیں۔ اکیلا ہونا منفرد ہونا خود جماعت کے منافی ہے۔

زید کہتا ہے کہ صحرا یعنی جنگل میں اکیلا شخص اذان و اقامت کہہ کر جماعت کی نیت سے نماز پڑھ سکتا ہے اس کے پیچھے فرشتے کھڑے ہو جائیں گے۔ آبادی یعنی شہر یا گاؤں میں جماعت کی نیت سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور نہ قرون ثلاثہ میں اس پر عمل ثابت ہوا ہے۔

صحرا میں بصورتِ جماعت اذان کہہ کر نماز پڑھنے کے ثبوت میں یہ حدیث ہے۔

نسائی" باب الاذان لمن یصلی وحدہ" میں ہے۔

عن عقبة بن عامرؓ قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول یعجب ربك من راعی غنم فی راس شظیة الجبل یوذن بالصلوٰة ویصلی فیقول اللّٰه عزوجل انظروا الی عبدی هذا یوذن ویقیم الصلوٰة یخاف منی قد غفرت لعبدی و ادخلته الجنة۔

یعنی عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ بکریوں کے چرواہے پر تعجب کرتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر گذر اوقات کرتا ہے۔ اذان دیتا ہے نماز پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ دیکھو میرا بندہ اذان دیتا ہے۔ نماز کی اقامت کہتا ہے۔ مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

اِس حدیث میں اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھنے کا ثبوت ہوا۔

نیل الاوطار باب وجوب الاذان و فضیلته میں ایک روایت یہ ہے۔

اخرج عبد الرزاق والمقدسی والنسائی فی المواعظ من سننه عن سلمان رفعه اذا کان الرجل فی ارض فی اى قفر فتوضأ فان لم یجد الماء تیمم ثم ینادی بالصلوٰة ثم یقیمها ویصلیها الا امّ من جنود اللّٰه صفا و رواه عبد الرزاق

وابن ابی شیبۃ عن معتمر التیمی عن ابیہ وروی نحوہ البیھقی والطبرانی فی الکبیر۔

عبدالرزاق اور مقدسی اور نسائی نے سلمان ؓ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص جنگل میں ہو۔ پس وضو کرے۔ اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔ پھر اذان دے۔ پھر اقامت کہے اور نماز پڑھے تو اس نے غائبانہ لشکروں کی امامت کی جو صف باندھ کر اس میں شامل ہوتے ہیں۔ اور اس حدیث کو عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ معتمر تیمی عن ابیہ سے روایت کیا ہے اور اسی کے قریب بیہقی نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

اِس حدیث سے بطور جماعت اکیلے کا نماز پڑھنا بالصراحت ثابت ہوا۔

خالد نے اِس استدلال پر یُوں نقض کیا ہے کہ اس سے جماعت اصطلاحی، عرفی ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں اِس حدیث سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اکیلے کو اذان دینا اور اقامت کہنا سفر میں مشروع ہے اور اِس سے غرض تشبہ بالمسلین فی جماعتہم ہے۔ اور ملائکہ اور جن کے لئے اعلام ہے کہ نماز[1] کا وقت ہو گیا ہے اور جنگل کی چیزوں کو خدا تعالیٰ کی توحید پر شاہد بنانا ہے۔ جیسے ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی صعصعہ رض سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تجھے جنگل میں رہنا اور بکریاں چرانا پسند ہے جب تو بکریاں چراتا یا جنگل میں ہو تو نماز کے لئے اذان دے کیونکہ جہاں تک موذن کی آواز پہنچتی ہے۔ جن اور آدمی یا کوئی اور چیز آواز سنتی ہے تو وہ قیامت کے دن اس پر گواہ ہو گی۔ پھر ابو سعید ؓ نے کہا کہ یہ مسئلہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اِس لئے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ :-

والحدیث یدل علی شرعیۃ الاذان للمنفرد فیکون صالحا لرد قول من قال ان شرعیۃ الاذان تختص بالجماعۃ۔

یعنی یہ حدیث اکیلے کے لئے اذان مشروع ہونے کی دلیل ہے۔ پس اس سے اس شخص کی تردید ہو گئی جو کہتا ہے کہ اذان جماعت کے ساتھ خاص ہے۔

---

[1] اذان تو اُس وقت کا اعلان ہوا۔ اقامت کیا ہوئی یہ صاف دلیل ہے کہ یہ نماز باجماعت ہے اور عبدالرزاق وغیرہ کی حدیث اس کی مؤید ہے۔

وابن ابی شیبة عن معتمر التیمی عن ابیه وروی نحوه البیهقی والطبرانی فی الکبیر۔

عبدالرزاق اور مقدسی اور نسائی نے سلمان ؓ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص جنگل میں ہو۔ پس وضو کرے، اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔ پھر اذان دے۔ پھر اقامت کہے اور نماز پڑھے تو اس نے خدا کے لشکروں کی امامت کی جو صفت باندھ کر اس میں شامل ہوتے ہیں۔ اور اس حدیث کو عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ معتمر تیمی عن ابیہ سے روایت کیا ہے اور اسی کے قریب بیہقی نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

اِس حدیث سے بطور جماعت اکیلے کا نماز پڑھنا بالصراحت ثابت ہوا۔

خالد نے اِس استدلال پر یُوں نقض کیا ہے کہ اس سے جماعت اصطلاحی عرفی ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں اِس حدیث سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اکیلے کو اذان دینا اور اقامت کہنا سفر میں مشروع ہے اور اِس سے غرض تشبہ بالمسلمین فی جماعتہم ہے۔ اور ملائکہ اور جن کے لئے اعلام ہے کہ نمازؔ کا وقت ہو گیا ہے اور جنگل کی چیزوں کو خدا تعالیٰ کی توحید پر شاہد بناتا ہے۔ جیسے ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی صعصعہ ؓ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تجھے جنگل میں رہنا اور بکریاں چرانا پسند ہے جب تو بکریاں چراتا یا جنگل میں ہو تو نماز کے لئے اذان دے کیوں کہ جہاں تک موذن کی آواز پہنچتی ہے جن اور آدمی یا کوئی اور چیز آواز سنتی ہے تو وہ قیامت کے دن اُس پر گواہ ہو گی۔ پھر ابوسعید ؓ نے کہا کہ یہ مسئلہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔

اِس لئے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ :۔

والحدیث یدل علی شرعیة الاذان للمنفرد فیکون صالحا لرد قول من قال ان شرعیة الاذان تختص بالجماعة۔

یعنی یہ حدیث اکیلے کے لئے اذان مشروع ہونے کی دلیل ہے۔ پس اس سے اس شخص کی تردید ہو گئی جو کہتا ہے کہ اذان جماعت کے ساتھ خاص ہے۔

لہ اذان تو اُس وقت کا اعلان ہوا۔ اقامت کیا ہوئی یہ صاف دلیل ہے کہ یہ نماز باجماعت ہے اور عبدالرزاق وغیرہ کی حدیث اس کی مؤید ہے۔

عون المعبود باب الاذان فی السفر میں ہے۔

وفی الحدیث دلیل علی استحباب الاذان والاقامۃ للمنفرد۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ اذان اور اقامت اکیلے پر مستحب ہے۔

پس اس سے منفرد کے لئے سفر میں اذان دینے کا مسئلہ ثابت ہوا، اور جماعت کے ساتھ اذان کی خصوصیت نہ رہی، باقی جماعت کرنا کرانا اکیلے شخص کا ثابت نہیں ہوا۔ ہاں عبدالرزاق کے طریق سے کچھ ثبوت نکلتا ہے مگر یہ غیر معتبر طبقہ کی کتابیں ہیں، جب تک اس کی اسناد سامنے نہ ہو اور اس کی تنقید نہ کی جائے قابل اعتماد نہیں بکر کہتا ہے کہ جنگل ہو خواہ آبادی ہو منفرد جس کے ساتھ دوسرا شخص مل کر نماز پڑھنے والا نہ ہو جماعت کی نیت سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ہاں دوسرے شخص کو ملانے کی کوشش کرنی چاہیئے لیکن جب نہ ملے تو معذوری ہے نماز پڑھے۔ اس کے پیچھے خدا تعالیٰ کی کوئی غائبانہ مخلوق کھڑی ہو جائے گی۔ جیسے عبدالرزاق وغیرہ کی روایت صریح اس امر پر دال ہے، چنانچہ عون المعبود باب الاذان فی السفر میں ہے۔ اذا اذن واقام تصلی الملائکۃ معہ ویحصل لہ ثواب الجماعۃ۔ یعنی جب اذان دے۔ اور اقامت کہے تو فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔

جہاں اکثر آبادی ہندوں کی ہے، مثلاً ریاست بیکانیر و ریاست پٹیالہ وغیرہ میں وہاں بعض گاؤں میں صرف ایک آدھ گھر مسلمانوں کا ہوتا ہے۔ ایسے موضع میں صرف ایک شخص ہی اذان و اقامت کہہ کر نماز باجماعت کی نیت سے پڑھ سکتا ہے، چنانچہ بہت لوگ اس طرح پڑھتے ہیں، کسی نے منع نہیں کیا، پس اس پر اجماع ہے۔

خالد نے کہا کہ بکر کا مذہب زید سے بھی عجیب ہے جو بالکل غیر ثابت اور بے دلیل ہے۔ اور اہلحدیث میں سے بعض لوگوں نے تو ایسا معمول بنایا ہے کہ مسجد میں جو شخص آتا ہے وہی اقامت کہہ کر اپنی جماعت شروع کر دیتا ہے خواہ اس کے ساتھ دوسرا آدمی ہو یا نہ ہو۔ اول تو جماعت ثانیہ میں نزاع تھا، دوم مسبوق کی امامت کا نزاع ہوا تھا۔ اب سوم منفرد کی امامت کا نزاع ہے کھینچ تان کر اس کو بھی حدیث کا مسئلہ

ف صرف عبدالرزاق کی روایت نہیں بلکہ مقدسی وغیرہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور مقدسی نے صحت کی شرط کی ہے پھر یہ مسئلہ تو نسائی کی حدیث سے بھی ثابت ہے۔ اس حدیث سے تائید ہو گئی اور تائید میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہے۔

قرار دیا جا رہا ہے حالانکہ اس پر کوئی نص موجود نہیں ہے۔ اور نہ سلف صالحین کا یہ معمول تھا۔ اگر معمول ہوتا تو ضرور کتب حدیث سے منقول ہوتا۔

عون المعبود میں سے جو عبارت "یحصل لہ ثواب الجماعۃ" نقل کی ہے اس میں اس سے پہلے لفظ "قیل" ہے جو تمریض کے لئے مستعمل ہے۔ اس سے اس مذہب کی تضعیف کر دی گئی ہے۔ نیز اس سے بھی جماعت اصطلاحی عرفی ثابت نہیں ہوتی بلکہ جماعت کا ثواب ملنا ثابت ہوتا ہے وہ بھی جنگل میں ایسا کرنے والے کے لئے نہ کہ ہر ایک کے لئے۔ سو ثواب ملنا جماعت کا اور چیز ہے اور جماعت کا وجود اور چیز ہے فتدبر

بحرنے لکھا کہ نزاع تو آج ہر مسئلہ میں پڑ گیا ہے ہمیں تو ظاہر حدیث اور ہر دلیل شرعی پر عمل کرنا چاہیے موجودہ اختلاف کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ حدیث سے مسفرد کے لئے اذان و اقامت و جماعت کے طور پر نماز پڑھنا ثابت ہو گیا ہے۔ چنانچہ روایت بیان ہو چکی ہے پس اس کا ضعف ثابت کرنا آپ کے ذمہ ہے۔

باقی رہا آبادی وغیر آبادی کا سوال سو یہ کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ جنگل میں بھی منفرد اُس وقت اکیلا جماعت کی صورت میں اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھے گا۔ جب اس کو کوئی دوسرا نہیں ملے گا۔ شہر یا گاؤں میں بھی جہاں کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ اس کا حکم بھی وہی ہے۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جب کوئی اکیلا ہو اور حق پر ہو تو اُس کو بھی جماعت کہہ سکتے ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کو اُمت فرمایا گیا ہے۔ باقی رہا سلف کا عمل اگر ان سے منقول نہ ہو تو بھی کچھ حرج نہیں۔ جب کہ حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہو چکا ہے مثلاً جنازہ علی الغائب حدیث سے ثابت ہے لیکن سلف کے عمل سے کچھ ثابت نہیں۔ مگر تاہم تمام اہل حدیث کا اس پر عمل ہے اور کسی نے انکار نہیں کیا اور مسئلہ ہذا میں تو سلفؒ کا عمل ثابت بھی ہے۔

چنانچہ بخاری باب "فضل الجماعۃ" میں ہے۔

وجاء انس بن مالک الی مسجد قد صلی فیہ فاذن واقام وصلی جماعۃ

یعنی حضرت انس رضؓ ایک مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی تھی پس اذان دی اور اقامت کہی۔ اور جماعت سے نماز پڑھی۔

اور فتح الباری میں جو حضرت انسؓ کا بیس جوانوں کے ساتھ نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے وہ واقعہ اس کے علاوہ ہے کیونکہ اس میں تو حضرت انس رضؓ کا اذان و اقامت کہنا مذکور ہے۔

اور اس میں ہے۔

فامر رجلا فاذن واقام ۔ ایک شخص کو حکم دیا پس اذان واقامت کہی
سو یہ تعدد واقعہ[1] پر دال ہے۔

زید نے کہا جو چیز کا ہے بگاہے ہو۔ اور اس پر عام عمل نہ دیکھا گیا ہو تو اس کی اور بات ہے لیکن جو پانچ وقت دن رات کام ہوتا ہو۔ اس کا نقل ہونا ضروری ہے ورنہ بات مخدوش ہے۔ حضرت انسؓ کی جو روایت بخاری سے نقل کی گئی ہے اس میں بھی منفرد کی جماعت کا ذکر نہیں بلکہ دیگر روایات جو موصولاً فتح الباری میں مذکور ہیں۔ اس میں دوسرے شخصوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ پس استدلال باطل ہوا۔ اب ہم اپنے وہ دلائل بیان کرتے ہیں جن سے اکیلے کی نماز کی نفی نکلتی ہے لیکن آبادی میں نہ کہ جنگل میں کیونکہ وہ ثابت شدہ امر ہے۔

۱۔ امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے " باب اثنان فما فوقہما جماعۃ " یعنی دو یا دو سے زیادہ جماعت ہے۔ اس کے تحت فتح الباری میں ہے۔ ھذہ الترجمۃ لفظ حدیث۔ یہ ترجمہ حدیث کے لفظ کا ہے پھر حدیث لکھ کر ظاہر کیا ہے کہ دو اور دو سے اوپر جماعت ہے (اخرجہ ابن ماجہ)

پھر صاحب فتح الباری نے یہ حدیث لکھی ہے۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا وحدہ فقال الا رجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ فقام رجل فصلی معہ فقال ھذان جماعۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا کوئی شخص نہیں جو اس پر صدقہ کرے۔ پس اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ ایک شخص کھڑا ہوا پس اس نے اس کے ساتھ نماز پڑھی پس فرمایا یہ دو جماعت ہیں۔

اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہو گیا کہ دو شخص جماعت ہیں اس سے کم جماعت نہیں وہ منفرد کہلائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ دو ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے کیونکہ وہ جماعت ہیں۔ اور اگر اکیلا ہو تو وہ پیچھے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ جماعت نہیں ہے بلکہ امام کے ساتھ کھڑا ہوگا تاکہ جماعت کا مصداق ہو۔ نیز اس

---

[1] یہ تعدد واقعہ کی دلیل نہیں کیونکہ حکم دینے والے کی طرف بھی نفس فعل کی طرف نسبت جائز ہے جیسے کہتے ہیں فلاں بادشاہ فلاں بادشاہ سے لڑتا ہے حالانکہ لڑنے والی فوج ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بخاری کی معلق روایت کو اسی لفظ " فامر رجلا " کے ساتھ موصول بیان کیا ہے گویا بخاری کے الفاظ اسی کا خلاصہ ہے۔

حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اکیلا جماعت نہیں کرا سکتا ورنہ آپ یہ نہ فرماتے الا رجل یتصدق علی ھذا۔ کوئی شخص نہیں جو اس پر صدقہ کرے۔ صدقہ اسی پر ہوتا ہے جو حاجت مند ہو۔ اگر اکیلا جماعت کرا سکتا ہے تو وہ دوسرے کا محتاج نہ رہا۔ پھر اس پر صدقہ کیسا خاص کر جب اس کے پیچھے نوری فرشتے کھڑے ہوں۔ (علی زعمکم) تو پھر صدقہ کی ضرورت کیا ہوئی۔ فتدبر۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس بات کے تحت لکھا ہے۔

واستدل بہ علی ان اقل الجماعۃ امام وماموم اعم من ان یکون الماموم رجلا اوصبیا او امرأۃ۔

اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ اقل جماعت دو ہیں۔ اور مقتدی خواہ مرد ہو یا لڑکا ہو یا عورت ہو۔

امام بخاریؒ نے باب مذکور کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا حضرت الصلوٰۃ فاذنا واقیما ثم لیؤمکما اکبرکما۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز حاضر ہو تو دونوں اذان دو۔ اور اقامت کہو اور امامت تم سے بڑا کرے۔

اس حدیث سے بھی امام بخاریؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ اقل درجہ جماعت کا دو ہیں۔ پس وہ لوگ جو امام بخاریؒ کے حکم کو حجت شرعی سمجھتے ہیں ان کو لازم ہے کہ یہ مسئلہ تسلیم کریں کہ جماعت کم از کم دو شخصوں کی منعقد ہوتی ہے اور وہ مسجدوں میں جو لگاتار منفردوں کی جماعتیں ہوتی ہیں بند کردیں کیونکہ یہ تعامل ثابت نہیں ہے۔

۴۔ صلوٰۃ الرجل مع الرجل ازکی من صلوٰتہ وحدہ وصلوٰۃ الرجل مع الرجلین ازکی من صلوٰتہ مع الرجل وما کانوا اکثر فھو احب الی اللہ عزوجل۔

ایک مرد کی نماز دوسرے مرد کے ساتھ اکیلے کی نماز سے بہت پاکیزہ ہے اور ایک مرد کی دو مردوں کے ساتھ ایک کی ایک کے ساتھ سے بہت پاکیزہ ہے۔ اور جتنے زیادہ ہوں اتنا ہی اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اقل درجہ جماعت کا صلوٰۃ الرجل مع الرجل ہے۔ اس سے کم درجہ جماعت نہیں

سبل السلام میں ہے۔

وفیہ دلالۃ علی ان اقل صلوٰۃ الجماعۃ امام ومأموم

۵۔ فتح الباری جزء ثالث صفحہ ۳۶۳ میں حدیث ہے۔

صلوٰۃ الرجل فی الجماعۃ تضعف علی صلوتہ فی بیتہ وفی سوقہ خمسۃ وعشرین ضعفا۔

آدمی کی نماز گھر کی نماز اور بازار کی نماز سے پچیس گنا زیادہ ہے۔

اس کے تحت لکھا ہے۔

واستدل بہا علی ان اقل الجماعۃ امام ومأموم

اس حدیث[2] کے ساتھ استدلال کیا گیا ہے کہ اقل جماعت دو ہیں۔ امام اور مقتدی۔

نیز صفحہ ۳۶۱ میں لکھا ہے۔

ان اقل الجماعۃ امام ومأموم فلولا الامام ما سمی المأموم مأموما وکذا عکسہ

اقل جماعت امام اور مقتدی ہے اگر امام نہ ہو تو مقتدی کو مقتدی نہیں کہہ سکتے اور اگر مقتدی نہ ہو تو امام کو امام نہیں کہہ سکتے۔

صفحہ ۳۶۳ میں ہے۔

روی ابن ابی شیبۃ باسناد صحیح عن ابراہیم النخعی قال اذا صلی الرجل مع الرجل فہما جماعۃ۔

---

[1] یہ حدیث متن بخاری کی ہے اگرچہ شرح کی طرف بھی اس کی نسبت ہو سکتی ہے کیونکہ شرح حامل متن ہوتی ہے مگر بخاری کی شان بڑی ہے۔ اور شرح کی طرف نسبت کرنے سے پتہ نہیں چلتا کہ متن میں ہے اس لئے بجائے شرح کے متن کی طرف نسبت کرنا بہتر تھا۔

[2] اس سے مراد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہ حدیث نہیں کیونکہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اقل جماعت دو ہیں بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی مراد ص ۳ کی حدیث ہے یعنی صلوٰۃ الرجل مع الرجل ازکی الحدیث

ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ ابراہیم نخعی ؒ سے روایت کی ہے کہ جب ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر نماز پڑھے پس وہ دونوں جماعت ہیں۔

عون المعبود ص۲۲۵ میں ہے۔ حدیث "یتصدق علی هذا" پر لکھا ہے۔

قال المظهر سماه صدقة لانه يتصدق عليه بثواب ستاوعشرين درجة اذ لوصلى منفردا لم يحصل له الا ثواب صلوة واحدة۔

یعنی مظہر فرماتے ہیں ساتھ نماز پڑھنے کو صدقہ اس لئے کہا۔ اس پر چھبیس نمازوں کا ثواب صدقہ کرتا ہے کیونکہ اگر اکیلا پڑھتا تو اس کو ایک ہی نماز کا ثواب ملتا۔

اس تصریح سے یہ امر صاف ثابت ہو گیا کہ جماعت کا ثواب جو چھبیس درجہ ہے یہ اسی شخص کے لئے ہے جو دوسرے آدمی سے مل کر جماعت سے نماز پڑھے۔ اکیلے کے لئے نہیں۔ اگر اکیلا جماعت کرا سکتا تو پھر دوسرے کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ دو کو جماعت قرار دینے کی ضرورت تھی کیونکہ پھر سب ہی جماعت ہوتے۔

۶۔ عن ابی الدرداء قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول مامن ثلاثة فی قرية ولا بدو لا تقام فيهم الصلوة الا قد استحوذ عليهم الشيطان فعليك بالجماعة

یعنی ابو الدرداء سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے نہیں تین آدمیوں سے بستی اور جنگل میں اور نہ قائم کی جاتی ہو ان میں نماز مگر غالب ہوتا ہے ان پر شیطان۔ پس لازم پکڑ تو جماعت۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اکیلا جماعت نہیں ورنہ اکیلے پر بھی یہ وعید ہوتی۔

۷۔ امام نسائی نے کتاب الامامة والجماعة میں تین باب یوں باندھے ہیں۔

(۱) الجماعة اذا كانوا ثلاثة (۲) الجماعة اذا كانوا ثلاثة رجل وصبی وامرأة (۳) الجماعة اذا كانوا اثنين۔ مگر یہ باب نہیں باندھا الجماعة اذا كان منفردا۔

معلوم ہوا کہ منفرد کی جماعت نہیں۔

۸۔ بخاری باب فضل الجماعة میں ہے۔

وكان الاسود اذا فاتته الجماعة ذهب الى مسجد آخر۔

یعنی اسودؒ سے جب جماعت کے ساتھ نماز فوت ہو جاتی تو دوسری مسجد کی طرف چلے جاتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اکیلا مسجد میں جماعت نہیں کرا سکتا۔ اگر ایک مسجد میں نماز نہ مل سکے تو دوسری مسجد میں چلا جائے کہ شاید وہاں مل جائے اکیلا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی بنیاد نہ رکھے۔

۹۔ وجاء انس بن مالک الی مسجد قد صلی فیہ فاذن واقام وصلی جماعۃ (بخاری)

اس کے تحت فتح الباری میں اس کو موصولاً بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

فجاء انس فی نحو عشرین من فتیانہ۔

انس قریباً اپنے بیس جوانوں میں آئے۔

اور ایک طریق میں ہے ثم صلی بالصحابۃ۔ پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس یہ کہنا کہ حضرت انس ؓ نے اکیلے جماعت کرائی صریح غلطی ہے۔ صلی جماعۃ کا لفظ ہی دلالت کر رہا ہے کہ اکیلے نماز نہیں پڑھی جماعت سے پڑھی۔

۱۰۔ عن عبدالرحمن بن ابی بکرۃ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل من نواحی المدینۃ یرید الصلوٰۃ فوجد الناس قد صلوا فمال الی منزلہ فجمع اھلہ فصلی بہم رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وقال الھیثمی فی مجمع الزوائد رجالہ ثقات (منقول از تحفۃ الاحوذی)

یعنی عبدالرحمن بن ابی بکرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے باہر سے آئے۔ نماز کا ارادہ کرتے تھے پس لوگوں کو پایا کہ وہ نماز پڑھ چکے تھے پس اپنے گھر کو لوٹے اپنے اہل وعیال کو جمع کر کے نماز پڑھی اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

یہ حدیث اس امر پر نص ہے کہ آبادی میں اکیلا جماعت نہیں کرا سکتا۔ مسجد میں کوئی شخص نہ ملے تو اپنے گھر والوں کو ملا کر جماعت سے نماز پڑھے۔ تین آمین والی حدیث سے تو یہ حدیث زیادہ معتبر ہے اس لئے تین آمین کے قائلین کو اپنی عادت مسجد میں اکیلے جماعت کرانے کی چھوڑ دینی چاہیئے۔ مسجد میں کسی نمازی کو اپنے ہمراہ ملائیں یا اپنے گھر چلے جائیں۔ وہاں بیوی کو ساتھ ملا کر نماز پڑھیں یہ نہیں کہ جو اکیلا آتا جائے وہ اپنی جماعت کر کے کھڑا ہوتا جائے اور سمجھے کہ میرے پیچھے فرشتے کھڑے ہیں۔ شاید ان کے خیال میں فرشتے مسجد کے دروازے پر انہی کے انتظار میں کھڑے رہتے ہوں گے کہ جب یہ اکیلے جماعت کے لئے آئیں اور ہم ان سے مل کر

نماز پڑھیں۔ افسوس ؎ برین عقل و دانش بباید گریست

تلك عشرة كاملة

یہ دس دلائل ہیں جن سے ثابت ہوا کہ آبادی میں اکیلا جماعت نہیں کرا سکتا۔

خالد نے کہا کہ یہ سب دلائل میرے بھی مؤید ہیں، میرا بھی ان پر صاد ہے لیکن چونکہ آپ ازنیا جنگل میں منفرد کی جماعت کے قائل ہیں، اس لئے آپ پر بھی یہ حجت ہیں۔ میں مزید ایک دلیل پیش کرتا ہوں جس سے خاص میرا ادعا ثابت ہوتا ہے۔

ابوداؤد میں ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة فى جماعة يعدل خمسا و عشرين صلوة فاذا صلاها فى فلاة فاتم ركوعها وسجودها بلغت خمسين صلوة قال ابوداؤد قال عبدالواحد بن زياد فى هذا الحديث صلوة الرجل فى الفلاة تضاعف على صلوته فى الجماعة ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز با جماعت پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ جب جنگل میں پڑھے۔ پس رکوع اور سجدہ پورا کرے تو وہ پچاس نمازوں کو پہنچ جاتی ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ عبدالواحد بن زیاد نے اس حدیث میں یوں کہا کہ آدمی کی نماز جنگل میں اس نماز پر بڑھ جاتی ہے جو اس نے جماعت میں پڑھی ہے۔

والحكمة فى اختصاص صلوة الفلاة بهذ المزية ان المصلى فيها يكون فى الغالب مسافرا والسفر مظنة المشقة فاذا صلاها المسافر مع حصول المشقة تضاعف الى ذالك المقدار (انتهى بقدر الحاجة)

جنگل کی نماز کی اتنی فضیلت اس لئے ہے کہ جنگل میں انسان اکثر مسافر ہوتا ہے۔ اور سفر اکثر مشقت کا باعث ہے۔ پس باوجود مشقت کے مسافر اس کو پڑھے تو وہ اس درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

؎ اس حدیث میں تصریح جنگل کی نماز کی اس نماز پر فضیلت بتلائی جو لوگوں کے ساتھ جماعت میں پڑھی جاتی ہے خواہ جنگل کی نماز اذان جماعت کی صورت میں پڑھی جائے یا ویسے اس سے جنگل میں اذان جماعت کی صورت میں پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی پس اس کو اپنے خاص مدعا کی دلیل کہنا ٹھیک نہیں۔

دیکھئے اِس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ مسافر جنگل میں اکیلا نماز پڑھے تو اس کو پچاس نمازوں کا ثواب ملتا ہے جو جماعت کی نماز سے دگنا درجہ رکھتی ہے۔ پس اس کو جماعت کی ضرورت نہ رہی۔ جب جنگل میں اکیلا نماز نہ کرا سکا تو آبادی میں بطریق اولیٰ نہ کرائے گا۔

سوال :- تینوں شخصوں کا نزاع درپیش ہے اس مسئلہ کا آپ محققانہ تصفیہ فرمائیں۔

(عبدالقادر گنگوہی حصاری)

جواب :- یہ بات تو تینوں فریق کے نزدیک مسلم ہے، اور فی الواقع صحیح بھی ہے کہ اکیلے کی جماعت نہیں بلکہ جماعت کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ دوسرا ساتھ ہو۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو جو اُمّت کہا گیا ہے تو وہ صرف شرف کی بنا پر کہا گیا ہے یعنی وہ اکیلے اتنی شان رکھتے ہیں۔ جیسے ایک جماعت کی شان ہوتی ہے یہاں نماز کے مسئلہ سے اِس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہاں جماعت سے مراد امام مقتدی ہے اور اکیلے کا امام مقتدی ہونا اس کا کچھ مطلب نہیں۔ پس کم سے کم دو ہونے ضروری ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ دوسرا کون ہو انسان ہو یا جن یا فرشتہ ہو تو اس میں بھی تینوں فریق متفق ہیں کہ یہ جماعت ہے اور واقعہ میں بھی یہ صحیح ہے۔ اور جماعت کا مفہوم بھی اس میں وضاحت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔

اَب نزاع صرف جن اور فرشتہ میں رہی، خالد کا خیال ہے کہ جن فرشتہ سے جماعت نہیں بنتی، زید کہتا ہے کہ جنگل میں بن جاتی ہے۔ گھر میں نہیں بنتی۔ بکر کہتا ہے کہ جب جنگل میں بن جاتی ہے تو گھر میں بھی بن جاتی ہے۔ یہ تینوں فریق کے نزاع کی تنقیح ہے۔

بکر کی دلیل چونکہ محض قیاس ہے اِس لئے قابل اعتنا نہیں خاص کر جب قیاس بے محل ہو۔ کیونکہ یہ امر واضح ہے کہ فرشتوں کا یا جنوں کا ہمارے ساتھ نماز پڑھنا غیبی شے ہے جو خرق عادت کی قسم سے ہے اور ایسی اشیاء اپنے محل پر بند رہتی ہیں۔ ان میں قیاس جاری نہیں ہوتا۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ درود پہنچانے کے لئے فرشتے مقرر ہیں، جہاں کوئی مجھ پر درود پڑھے فرشتے پہنچا دیتے ہیں۔ اِس سے اہل بدعت استدلال کرتے ہیں کہ جب فرشتے مقرر ہیں تو وہ ہماری درخواستیں دعاء وغیرہ کے متعلق بھی آپ کو پہنچا دیتے ہیں۔ اِس لئے جیسے زندگی میں اُن سے دُعاء وغیرہ کی درخواست ہو سکتی تھی اب بھی ہو سکتی ہے۔ اِس کا جواب ہماری طرف سے ان کو دو طرح سے دیا جاتا ہے۔ ایک اِس طرح کہ یہ غیبی شے ہے جتنا آپ نے بتایا اتنے پر ہمارا ایمان اور عمل ہے۔ اس پر دُوسری اشیاء کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ دوم سلف نے اس پر کیوں عمل نہیں کیا بلکہ سلف

کا عمل اس کے خلاف ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قحط سالی پڑ گئی تو حضرت عباسؓ کو دعا کے لئے آگے کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست نہیں کی اسی طرح معاویہؓ نے یزید بن اسود جرشی رحمہ کو آگے کیا۔ ملاحظہ ہو بخاری اور شرح مشکوٰۃ۔

ٹھیک اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف جنگل میں جنوں یا فرشتوں کی شمولیت کی خبر دی ہے گھروں کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ غیب کی شے ہے۔ اپنی طرف سے اس پر حاشیہ آرائی نہیں کر سکتے۔ علاوہ اس کے شاید جنگل میں شمولیت اس لئے ہو کہ جنگل کی نماز بہت فضیلت رکھتی ہے جیسا کہ خالد کی پیش کردہ روایت سے ظاہر ہے۔ یہ فضیلت خواہ اس وجہ سے ہو جو امام شوکانی رحمہ نے بیان کی ہے یا اس وجہ سے ہو کہ گھر کی نماز میں عموماً کسی کے لحاظ یا کسی کے دباؤ کا دخل ہوتا ہے یا کسی کی دیکھا دیکھی ہوتی ہے نیز کئی طرح کی ریاکاری کا خطرہ ہے۔ برخلاف جنگل کی نماز کے کہ وہ ہر قسم کے نقائص سے بالاتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلوت میں خدا کے ڈر سے رونے والے کے لئے قیامت کے دن عرش کے سایہ کی خوش خبری ہے۔ جو صرف سات شخصوں کے لئے ہے۔ اور ممکن ہے کہ امام شوکانی رحمہ کی اور ہماری دونوں وجہیں ہوں یا کوئی اور وجہ بھی ہو۔ بہرصورت جب جنگل کی نماز کو فضیلت ہے تو پھر گھر کی نماز کو اس پر قیاس کرنا مع الفارق ہے خاص کر جماعتِ ثانیہ جو عموماً سستی کا نتیجہ ہے پھر جماعت کے مفہوم پر نظر کی جائے تو اس کا چسپاں ہونا بھی واضح نہیں۔ مثلاً انسان کے ساتھ فرس (گھوڑے) کو ملا دیا جائے تو یہ کوئی جماعت نہیں۔ اگرچہ دونوں جنگ میں شریک ہوتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح غیبی اور ظاہری چیز کا کچھ مطلب نہیں۔ عرفاً اس کو جماعت نہیں کہا جا سکتا۔ جنگل کے متعلق چونکہ خلاف قیاس حدیث آگئی ہے۔ اس لئے آمنّا وصدّقنا گھر کے متعلق کوئی حدیث نہیں آئی۔ اور خلافِ قیاس پر قیاس نہیں ہوتا۔ پس یہ قیاس درست نہیں۔ پھر سلفؒ سے کسی سے گھر میں اکیلے کی جماعت ثابت نہیں بلکہ ان کا عمل اس کے خلاف ہے کوئی جماعت فوت ہونے کے وقت دوسری مسجد میں جاتا کوئی گھر آکر اہل کے ساتھ نماز پڑھتا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فعل اوپر ذکر ہو چکا ہے اور حدیث الاثنان فما فوقهما جماعة وغیرہ بھی اس بارہ میں صاف ہے کہ اکیلے کی جماعت نہیں۔ پس بکر کا مذہب بالکل باطل ہے اور احادیث محدث ہے اور عقلاً اور نقلاً مردود ہے۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کہیں ہندوؤں وغیرہ کے درمیان مسلمانوں کا ایک ہی گھر ہو تو اگر وہاں اس کا اہل و عیال ہے جن کے ساتھ اذان جماعت کا سلسلہ قائم رہ سکتا ہے تو بہتر ورنہ وہاں سے اس کو ہجرت کرنی چاہیے کیونکہ اکیلے کی جماعت معتبر نہیں۔ نیز اس تفصیل سے خالد کے مذہب کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی کہ وہ بھی درست

نہیں، بجرنے تو افراط کی جانب قدم رکھتے ہوئے بالکل آزادی دے دی تھی کہ سفر میں حضر میں جنگل میں، آبادی میں خواہ جماعت اولیٰ ہو یا ثانیہ ہو، ہر صورت میں اکیلے کی جماعت درست ہے۔ خالد نے اس کے مقابلہ میں تفریط کی طرف قدم رکھ کر حدیث سے ثابت شدہ جنگل کی جماعت سے بھی انکار کر دیا۔ حالانکہ مسلمان کی یہ شان نہیں کیونکہ ؎

شانِ مسلم ہے اطاعت سید الابرار کی
ہے سرِ تسلیم خم طاقت نہیں انکار کی

رہا زید کا مذہب تو وہ بالکل درست ہے کیونکہ زید نے دو دعوے کئے ہیں۔ ایک یہ کہ گھر میں اکیلے کی جماعت صحیح نہیں۔ دوم یہ کہ جنگل میں صحیح ہے۔ سو یہ دونوں احادیث سے صراحۃً ثابت ہیں۔ دوسرے دعویٰ کی دلیل تو نسائی اور عبد الرزاق کی حدیث ہے۔ اور پہلے دعوے کی دلیل کئی احادیث اور سلف کا عمل اور کتب محدثین کے تراجم ابواب وغیرہ ہیں۔ یہ سب دلیلیں زید کے بیان میں گذر چکی ہیں۔ اور ان کے علاوہ جماعت کا مفہوم بھی زید کے حق میں ہے کیونکہ اکیلا جماعت نہیں۔ اور غیبی شے کے ملانے سے عرفاً جماعت نہیں بنتی اور صراحۃً اس کے مقابلہ میں کوئی آیت یا حدیث نہیں تاکہ اس کی وجہ سے اس مفہوم کا اعتبار نہ کیا جائے۔ جیسے جنگل میں نہیں کیا گیا خاص کر جماعتِ ثانیہ میں اکیلے کی جماعت کو صحیح سمجھنا یہ سستی کا دروازہ کھولتا ہے۔ کیونکہ جماعت ثانیہ عموماً سستی کا نتیجہ ہے۔ بہت کم کوئی اللہ کا بندہ ہوتا ہے جس سے بغیر سستی کے اتفاقیہ طور پر جماعت اولیٰ فوت ہوتی ہے ورنہ کاروبار دنیا کے دھندے اور طبائع میں کچھ غفلت اس کا باعث ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شرعی احکام مصالح اور حکم پر مبنی ہیں۔ ان میں وہ پہلو کبھی اختیار نہیں کیا جاتا جس میں خطرہ ہو جماعت ثانیہ میں اگر دوسرا آدمی تلاش کرنا پڑے تاکہ اس کے ساتھ مل کر جماعت کا ثواب حاصل کرے تو یہ اس تھوڑی سی طبعی غفلت کا علاج ہو سکتا ہے کیونکہ دوسرا آدمی کبھی ملتا ہے کبھی نہیں۔ اس فکر کی وجہ سے وہ پہلی جماعت کے پانے کی کوشش کرے گا اور اکیلے کی جماعت ہو جائے تو بتلائیے شرع نے اس میں مصلحت دیکھی یا شرعی مصلحت کے سراسر خلاف ہوا ظاہر ہے کہ خلاف ہوا۔ پس شرع اس کی کس طرح اجازت دے سکتی ہے۔

اسی طرح ایک شخص ہمیشہ ہندؤں وغیرہ میں رہتا ہے۔ انہی کے ساتھ اس کا میل جول اور رات دن کا تعلق ہے۔ اگر اس کو جماعت کی خاطر دوسری جگہ جانے کا حکم نہ ہو بلکہ وہیں اکیلے کی جماعت ہو جائے تو بتلائیے اس پر بد صحبت کا اثر ہوتے ہوتے کیا نتیجہ نکلے گا۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ عموماً ایک آدھ ہندو میں رہنے والے کا برتن بتادا کیا ہوتا ہے۔ پس یہ بھی کسی طرح قرین مصلحت نہیں کہ شریعت اس اکیلے کی جماعت کو صحیح قرار دے

بلکہ ضرور اس کو وہاں سے ہجرت کرنی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمیشہ بدصحبت اور ترک جماعت کے اثر سے معاذ اللہ
ارتداد تک نوبت پہنچ جائے۔ ہاں جنگل میں رہنے والے کے لئے یہ خطرات نہیں۔ اس لئے اس اکیلے کی جماعت
ہوجاتی ہے بلکہ اگر جماعت نہ کرے ویسے ہی نماز پڑھ لے تو بھی اجازت ہے کیونکہ مقصود جماعت سے فتنوں
اور شیطانی تسلط سے حفاظت ہے سو یہ اس کو حاصل ہے۔ اور اسی وجہ سے اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر آبادی میں
اذان جماعت مل سکے تو آبادی میں رہنا بہتر ہے یا جنگل میں۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم اور منہاج العابدین میں
اس پر بہت بحث کی ہے۔ احادیث سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ فتنوں کے وقت جنگل میں رہنا
بہتر ہے غرض جنگل فتنوں سے محفوظ جگہ ہے اس لئے اس میں اکیلے کی جماعت معتبر ہے۔ آبادی میں
اس کی اجازت دینا شرعی مصلحت کے خلاف ہے اور مفہوم جماعت کے بھی خلاف۔ احادیث کے بھی خلاف
عمل سلفؒ کے بھی خلاف، کتب احادیث کے تراجم کے بھی خلاف۔ پس زید کا مذہب عقلاً نقلاً ہر طرح سے
صحیح ہے۔ واللہ الموفق للصواب والیہ مرجع والمآب و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۳ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ ۔ ۱۲ اپریل ۱۹۳۰ء

جماعت کا تارک کافر ہے یا فاسق و فاجر

سوال :۔ ترغیب و ترہیب میں حدیث ہے وعن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق
من سمع منادی اللہ ینادی الی الصلوٰۃ فلا یجیبہ۔
اس حدیث سے ثابت ہے کہ جماعت کا تارک منافق اور کافر ہے۔ اس مسئلہ کو مفصل بیان فرمائیں۔

سلطان احمد میانوالی
مدرسہ دارالعلوم برنس روڈ کراچی

جواب :۔ تارک دو طرح کا ہے اگر استخفافاً یعنی اس کو حقیر سمجھ کر تارک ہو تو یہ کفر ہے۔ اور اگر ویسے
تارک ہو جیسے عام طور پر لوگ سستی کرتے ہیں تو وہ کافر نہیں بلکہ فاسق و فاجر ہے کیونکہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے
کہ صحابہؓ سوائے ترک نماز کے کسی اور چیز کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

قعدہ اولی اور تشہد میں

السّلام علی النبیّ کہنے کا مسئلہ

قعدہ اولی اور تشہد

سوال: قعدہ اولیٰ بیٹھنے کی کیا صورت ہے۔

جواب: جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو اسی طریق پر بیٹھے جس طرح جلسہ استراحت پر بیٹھا تھا۔ صرف فرق اتنا ہے کہ دائیں کہنی ران سے دُور رہے اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں یا دائیں گھٹنے یا دائیں ران پر رکھے اور دو انگلیاں خنصر۔ بنصر (چھنگلی اور اس کے ساتھ کی) بند کرلے۔ اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنالے اور سبابہ یا سباحہ (انگوٹھے کے ساتھ کی انگلی) کھلی رہنے دے اگر چاہے تو ترپن کی گرہ بنالے جس کی صورت یہ ہے کہ سبابہ کو کھلا رہنے دے اور انگوٹھے کو سبابہ کی جڑ میں رکھے اور باقی تین انگلیاں بند کرلے۔ جب تسلی سے بیٹھ جائے تو تشہد پڑھے اور تشہد پڑھتے ہوئے جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کے لفظ پر پہنچے تو سباحہ انگلی اٹھائے۔ اس سے توحید کی طرف اشارہ ہے۔ اشارہ کرتے وقت اس کو ہلاتا رہے۔ اگر نہ ہلائے تو بھی جائز ہے اور اپنی نظر انگلی کی طرف رکھے جب دو سجدوں کے درمیان بیٹھے تو اس وقت بھی انگلیاں اٹھانے کا ذکر ایک ضعیفؓ حدیث میں آیا ہے۔

تشہد میں السّلام علیک ایّھا النبیّ یا السّلام علی النبیّ

سوال: التحیات میں السلام علیک ایھا النبی یا السلام علی النبی ہے۔ حدیث میں کس طرح ہے۔ جواب مدلل ہو۔

محمد علی خطیب جامع مسجد جنڈیالہ

جواب: اس میں اختیار ہے خواہ السّلام علیک ایّھا النبیّ کہے خواہ السّلام علی النبیّ کہے صحابہؓ سے دونوں طرح کی روایتیں آئی ہیں تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ سماع موتی ملاحظہ ہو۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ ۲ فروری ۱۹۴۰ء

لہ کشاف القناع عن متن الاقناع

تنبیہ

حضرت محدث روپڑی نے اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے اپنی تصنیف سماع موتی رسالہ کا حوالہ دیا ہے۔ وہ رسالہ تو ہمارے پاس نہیں ہے البتہ تشہد میں علی النبی کہنے کے متعلق فتح الباری سے نقل کرتے ہیں۔

فتح الباری میں ہے۔

بعض روایتوں میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہم تشہد پڑھتے ہوئے یاایّہا النبی کہتے تھے۔ اور آپ کی وفات کے بعد یاایہا النبی کی جگہ علی النبی کہتے تھے اسی طرح ابو عوانہ سراج ۔ جوزقی ۔ ابونعیم اور بیہقی میں کئی روایتوں میں امام بخاری کے استاذ ابونعیم سے مروی ہے کہ جب حضورؐ وفات پاگئے تو ہم یعنی صحابہ السلام علی النبیؐ کا لفظ کہتے تھے ۔ اس کی متابعت اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جو عبدالرزاق میں ہے۔

قال عبد الرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی عطاء ان الصحابۃ کانوا یقولون والنبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم حی السلام علیک ایّہا النبیؐ فلما مات قالوا السلام علی النبیؐ وھذا اسناد صحیح۔

یعنی عبدالرزاق نے ابن جریج سے اور اس نے عطاء سے خبر دی ہے کہ صحابہ السّلام علیک ایّہا النبیؐ اس وقت کہتے تھے جب حضورؐ زندہ تھے جب آپؐ وفات پاگئے تو وہ السلام علی النبی کہتے تھے (مرتب) محمد صدیق بن عبدالعزیز تلمیذ محدث روپڑی ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ

نفلی جماعت کے ساتھ فرض نماز کی ادائیگی

سوال :۔ اخبار اہل حدیث مطبوعہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء میں مولانا عبدالعزیز صاحب تلونڈی موسیٰ سنگھ کا ایک مضمون طبع ہوا۔ اس میں انہوں نے ایک یہ مسئلہ بھی لکھا کہ ہمارے بعض بھائی فرض عشاء کے بعد تراویح امام کے پیچھے اس طرح ادا کرتے ہیں کہ امام دو رکعت تراویح شروع کرتا ہے۔ اور یہ ہمارا بھائی محدث چار رکعت فرض عشاء کی اقتداء کرتا ہے۔ اور پھر سند یہ دیتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آں حضرتؐ کے پیچھے چار رکعت فرض عشاء ادا کرکے پھر وہی فرض اپنے محلہ میں آکر امام بن کر لوگوں کو پڑھاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو دوبارہ

اُس نے نماز پڑھائی وہ اُس کے نفل ہوئے اور پہلے فرض۔ اس لئے مفترض کا اقتدا متنفل کے پیچھے جائز ہوا بے شک اس کے پیچھے فرض پڑھنے والا فرض پڑھ لے۔ مگر مجھا اتنی نہیں ہے کہ معاذ نے جو نماز پڑھائی، وہ عشاء کے چار فرض ہی تھے۔ جو اگرچہ دوبارہ پڑھنے سے وہ فرض زائد ہو گئے۔ نہ کہ تراویح کی نماز پڑھائی یا ظہر کی چار سنتیں تھیں۔ وہ امام ہو کر پڑھائیں۔ یہاں جو دوبارہ فرض پڑھانے کا نام نفل رکھا گیا ہے اس سے مراد زائد فرض ہے۔ اسی کو قیاس مع الفارق کہتے ہیں۔

مولوی عبدالقادر حصاری نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مولوی عبدالعزیز صاحب اہل حدیث ہو کر پھر بزرگ خاندان کے فرد ہو کر محدثین پر کس قدر بے باکانہ حملہ کر رہے ہیں۔ اور صریح نص کو قیاس قرار دے رہے ہیں۔ اور نفل کا معنی خلاف محاورہ کلام شارع اور خلاف تشریح قدماء محدثین محض اپنے زعم فاسد کی بنا پر بیان کر کے اہل حدیث کے متفقہ مسئلہ کا ابطال کر رہے ہیں۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ اہلحدیث اور احناف کا اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے کہ مفترض کی نماز متنفل کے پیچھے جائز ہے یا نہیں۔ اہل حدیث جائز کہتے ہیں اور حنفیہ ناجائز قرار دیتے ہیں۔

اہل حدیث جو مفترض کو اقتدا متنفل کی جائز کہتے ہیں وہ قیاس سے نہیں کہتے ہیں۔ کیونکہ قیاس محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے بلکہ وہ عین نص پیش کرتے ہیں جو اس مسئلہ پر دلیل قاطع ہے کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز جائز ہے۔

چنانچہ امام دارقطنی اپنی کتاب دارقطنی میں یوں باب منعقد کرتے ہیں۔ باب ذکر صلوٰۃ المفترض خلف المتنفل۔ یعنی باب ہے اس مسئلہ کے ذکر میں کہ مفترض کی نماز متنفل کے پیچھے جائز ہے پھر باسناد دو طریق حدیث معاذ لکھتے ہیں۔ جن کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۔ اِنَّ مُعَاذًا کَانَ یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ یَنْصَرِفُ اِلٰی قَوْمِہٖ فَیُصَلِّیْ بِھِمْ ھِیَ لَہٗ تَطَوُّعٌ وَلَھُمْ فَرِیْضَۃٌ۔

۲۔ یُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ یَنْصَرِفُ اِلٰی قَوْمِہٖ فَیُصَلِّیْ بِھِمْ تِلْکَ الصَّلٰوۃَ ھِیَ لَہٗ نَافِلَۃٌ وَلَھُمْ فَرِیْضَۃٌ۔

یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ وہ نماز حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی نفل ہوتی تھی اور قوم کی فرض ہوتی تھی۔

اس حدیث کے حاشیہ مغنی میں محدث عظیم آبادی رح فرماتے ہیں۔

واستدل بهذا الحديث على صحة اقتداء المفترض بالمتنفل بناء على ان معاذا كان ينوي بالاولى الفرض وبالثانية النفل ويدل عليه هذا الحديث الذي اخرجه المؤلف۔

یعنی اس حدیث کے ساتھ استدلال کیا گیا ہے کہ مفترض کی اقتداء متنفل کے ساتھ صحیح ہے۔ اس بناء پر کہ حضرت معاذ رضہ نے پہلے نماز فرض پڑھی تھی اور دوسری نفل تھی اور اس مسئلہ پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کو امام دارقطنی نے بیان کیا ہے۔

تعلیق مغنی میں اور عون المعبود میں دارقطنی کی اس حدیث کو صحیح کہا گیا ہے اور فتح الباری میں بھی اس کی صحت ثابت کی گئی ہے۔ پس اس حدیث صحیح میں صاف یہ مسئلہ موجود ہے کہ حضرت معاذ نفل پڑھا کرتے تھے اور ان کے پیچھے ان کی قوم فرض پڑھا کرتی تھی۔ اور جب تک حضرت معاذ رضہ اس قوم میں رہے اس طرح کرتے رہے۔ چونکہ یہ کام آں حضرت صلعم کی حیات طیبہ میں ہوتا رہا ہے۔ اور زمانہ نزول وحی میں اس پر کوئی ممانعت شارع کی طرف سے وارد نہیں ہوئی۔ لہذا بلاشبہ نفل پر فرض کی بنا جائز ہوئی اور یہی محدثین کرام کا مذہب ہے جو کتب حدیث میں باب منعقد فرما کر اس حدیث کو ماتحت ذکر کر کے ظاہر کیا گیا ہے چنانچہ امام نووی رح فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جائز ہونا ثابت ہوا۔ نماز مفترض کا پیچھے متنفل کے کیونکہ حضرت معاذ رضہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ فرض نماز پڑھتے تھے پس فرض ان کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا تھا۔ پھر دوبارہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے وہ نفل ہوتی تھی۔ اور قوم کی فرض ہوتی تھی جیسے مسلم کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں مصرح ہے۔ اور یہ کام جائز ہے۔ امام شافعی رح اور دیگر ائمہ رح اس کے قائل ہیں۔ ربیعہ رح امام مالک اور امام ابوحنیفہ رح کوفہ والے اس کو جائز نہیں کہتے وہ تاویل کرتے ہیں کہ آں حضرت کو اس بات کا علم نہ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے پھر منسوخ ہو گیا تھا۔ لیکن یہ سب تاویلیں ایسے دعوے ہیں جن کا کوئی اصل نہیں ہے۔ پس ان تاویلوں سے ظاہر حدیث ترک نہ کی جائے گی۔

اور یہ کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے باجماع صحابہ جائز ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رح فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

فان الذين كان يصلى بهم معاذ كلهم صحابة وفيهم ثلاثون عقبيا واربعون بدريا

قال ابن حزم قال لا یحفظ عن غیرھم من الصحابۃ امتناع ذالک بل قال منھم بالجواز عمرو بن عمرو و ابوالدرداء و انس غیرھم۔

یعنی جن لوگوں کو حضرت معاذ رضہ نے نماز پڑھائی تھی وہ صحابہ کرام تھے۔ تیس تو ان میں عقبی تھے اور چالیس بدری تھے۔ جیسے امام ابن حزم نے کہا ہے اور کہا ہے کہ کسی صحابی رضہ کا انکار ثابت نہیں ہوا بلکہ مذکورہ صحابہ رضہ کے غیر سے جواز منقول ہے جیسے عمرو بن عمرو اور ابوالدرداء اور انس رض اس کے قائل ہیں۔

پس اس مسئلہ پر اجماع سکوتی پایا گیا۔ کیونکہ اجماع سکوتی یہی ہے کہ بعض صحابہؓ قول یا عمل سے کسی امر کی تصریح کر دیں اور باقی خاموش ہو جائیں (نور الانوار) چنانچہ آج تک فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے ناجائز کہنے والا کوئی صحابی رضہ ثابت نہیں ہوا۔

(ابوالشکور محمد عبدالقادر دراز گنگا ضلع حصار)

مولوی عبدالقادر صاحب نے اس مضمون کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ رمضان شریف میں امام نے فرضوں کی جماعت کرائی پھر جب تراویح کی جماعت شروع کی تو کوئی نمازی آگیا۔ اب وہ کیا کرے اکیلا فرض پڑھنے لگ جائے یا جماعت کے ساتھ مل جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ اکیلا نہ پڑھے جماعت میں مل جائے۔ کیونکہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے

وارکعوا مع الراکعین۔ یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل جاؤ۔

اور آں حضرت صلعم نے فرمایا ہے۔

اذا جئت الی الصلوۃ فوجدت الناس فصل معھم

یعنی جس وقت تو نماز کو آئے اور لوگوں کو اس حال میں پائے کہ وہ نماز پڑھ رہے ہوں یعنی جماعت ہو رہی ہو تو تو بھی ان کے ساتھ پڑھ۔

یہ حکم عام ہے جو ہر نماز کو شامل ہے۔ اس لئے عشاء کے فرض پڑھنے والوں کو تراویح کی نماز میں مل جانا چاہیئے

محدث روپڑی ۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ حکم جواز کی حد میں رہنا چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء

اقامت کے بعد نیت باندھے ہوئے نوافل و سُنن کا پورا کرنا

سوال :- اقامت شروع ہونے سے پہلے ہی ایک شخص سنت موکدہ یا نوافل پڑھ رہا ہے۔ اقامت سُن کر سلام پھیر دے یا نہ۔ اور اگر سلام پھیرنا ضروری ہے تو کس حد تک پہنچا ہو تو سلام پھیرے یا مطلقاً سلام پھیر کر جماعت سے ملنا ضروری ہے۔ اگرچہ آخری رکعت کے سجدے کر رہا ہو یا آخری تشہد ہی پڑھ رہا ہو۔

جواب :- حدیث میں آیا ہے۔

عن ابن عباس قال كنت اصلى واخذ المؤذن فى الاقامة فجذبنى رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال تصلى الصبح اربعا اخرجه ابو داؤد والطيالسى واخرجه البيهقى والبزار وابويعلى وابن حبان فى صحيحه والحاكم فى مستدركه وقال انه على شرط الشيخين والطبرانى (تحفة الاحوذى)

یعنی ابن عباس رضؓ کہتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا۔ موذن نے اقامت شروع کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھینچا اور فرمایا کیا تو صبح کی نماز چار رکعت پڑھتا ہے اس کو ابوداؤد وطیالسی نے روایت کیا ہے۔ بیہقی۔ بزار ابویعلی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت بخاری کی شرط پر ہے اور طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام مالک نے مؤطا میں اس مفہوم کی حدیث بیان کی ہے ان سب احادیث کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ اقامت ہونے سے پہلے جو شخص سنّت یا نوافل پڑھ رہا ہو وہ اقامت سنتے ہی سلام پھیر دے اور جماعت کے ساتھ مل جائے۔ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ صاف دلیل ہے۔ اس کے متعلق اعلام میں عراقی کا قول نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ فرمانا اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جب اقامت شروع ہو جائے تو اس وقت کوئی اور نماز شروع نہ کرے۔ دوسرا یہ کہ خواہ نماز پہلے شروع کی ہوئی ہو اس کو توڑ کر فرض میں مل جائے تاکہ امام کے ساتھ شامل ہونے سے تکبیر تحریمہ کی فضیلت مل جائے یا اقامت ہوتے ہی خود بخود نماز ٹوٹ جائے گی۔ خواہ پڑھنے والا اس کو نہ توڑے۔ جیسے ہوا سرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث صریحہ مرفوعہ سے ثابت ہو گیا کہ اقامت شروع ہونے سے پہلے جو شخص نوافل یا سنن

پڑھ رہا ہے اقامت سن کر سلام پھیر دے اور جماعت کے ساتھ مل جائے۔

ہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ فلا صلوٰۃ کی نفی میں صلوٰۃ کی نفی ہے۔ اور صلوٰۃ کم از کم ایک رکعت کو کہا جاتا ہے۔

چنانچہ احادیث صحیحہ میں نماز پانے کے حکم میں فرمایا گیا ہے۔

من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرکھا۔

یعنی جو ایک رکعت پالے اس نے نماز پالی۔

اس حدیث میں رکعت پانے کو نماز کا پانا کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرع میں رکعت کو نماز کہا جاتا ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ایک وتر جائز ہے۔

بناءً علیٰ ہذا اگر اقامت سننے والا اقامت سننے کے بعد رکعت پڑھے گا۔ تو فلا صلوٰۃ کی رو سے وہ صحیح نہ ہوگی۔ البتہ وہ نیت کردہ نوافل یا سنن کی پوری پوری رکعت پڑھ چکا ہے۔ اور محض آخری رکعت کے سجود یا آخری تشہد وغیرہ ہی باقی ہے تو سلام نہ پھیرے کیونکہ یہ آخری حصہ نماز سجود یا تشہد وغیرہ تتمات وکملات صلوٰۃ سے ہیں صلوٰۃ نہیں ہیں۔ لہٰذا وہ فلا صلوٰۃ کی نفی میں داخل نہیں ہیں۔ چنانچہ اعلام اہل العصر میں بعضے اہل الظاہر آئمہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ نمازی اگر بالکل آخری جزو نماز میں بھی ہو۔ پھر بھی اقامت سنتے ہی فوراً سلام پھیر کر جماعت کے ساتھ ضرور ملے۔ جس پر امام حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ان اہل ظواہر کا خواہ مخواہ اگر صرف سلام پھیرنا باقی ہو تو کیا پھر بھی نماز توڑ کر جماعت سے مل جائے۔ کیا سلام پھیرنے پر وقت زیادہ لگتا ہے یا اقامت پر۔ ظاہر ہے کہ سلام پھیرنے پر تھوڑا وقت لگتا ہے۔ اقامت ختم ہونے تک سلام پھیر کر بخوبی امام سے شروع ہی سے نماز میں مل سکتا ہے پھر خواہ مخواہ تشدد کرنا فضول ہے کہ سلام باقی ہو تو بھی نماز توڑے

ابراہیم امام مسجد ومدرس مدرسہ عربیہ موضع باقی پور

محدث روپڑیؒ

اس پر آپ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں ایسی ہلکی پڑھتے کان الاذان باذنیہ (ابن ماجہ) گویا آپ کے کان میں اذان یعنی اقامت کی آواز ہے۔ اذان سے مراد یہاں اقامت ہے۔ کیونکہ اقامت ہی کے وقت جلدی ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت دستور تھا تبھی تشبیہ دی ہے لیکن چونکہ حدیث فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ نماز سے روکتی ہے اس لئے ایک رکعت سے کم ہو تو پوری کرلے ورنہ توڑ دے۔ کیونکہ ایک رکعت سے کم نماز

نہیں تمام نماز ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ
۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۱ء

مقتدی کا وضو ٹوٹ گیا اور دوبارہ وضو کر کے جماعت میں شامل ہو جائے تو پہلی نماز شمار میں آئے گی؟

سوال: جماعت کھڑی ہے، ایک رکعت پوری پڑھی گئی، دوسری رکعت میں جب کہ امام نے الحمد پڑھنا شروع کیا، ایک نمازی کا وضو ٹوٹ گیا، اس نے جلدی سے وضو کیا، اور امام کے رکوع جانے سے پہلے جماعت کے ساتھ شامل ہو گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی رکعت ضائع گئی یا نہیں؟

محمد علی خطیب جامع مسجد جھنڈیالہ

جواب: اگر امام کے رکوع جانے سے پہلے امام کے ساتھ شامل ہو کر فاتحہ پڑھ لی تو اس کی یہ رکعت بالاتفاق ہو گئی۔ اگر فاتحہ نہیں پڑھی تو جن کے نزدیک رکوع میں رکعت ہو جاتی ہے، ان کے نزدیک ہو گئی اور جن کے نزدیک نہیں ہوتی اُن کے نزدیک نہیں ہوئی۔ باقی رہی وضو ٹوٹنے سے پہلے جو نماز پڑھی گئی ہے وہ باطل ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے۔

اذا فسا احدکم فی الصلوٰۃ فلینصرف ولیتوضا ولیعد الصلوٰۃ رواہ الخمسۃ وصححہ ابن حبان۔

یعنی جب تم میں سے کسی کی نماز میں ہوا خارج ہو جائے تو وہ واپس جائے اور وضو کرے اور نماز لوٹائے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ وضو ٹوٹنے سے پہلے جو نماز پڑھی گئی ہے وہ باطل ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ۲۴ شوال ۱۳۵۸ھ ۶ دسمبر ۱۹۳۹ء

لاؤڈ سپیکر میں جماعت کرانا

سوال: سپیکر میں جماعت کرانے پر روشنی ڈالیں۔

شفیق الرحمن آثم منگیڑی (سیالکوٹ)

جواب: لاؤڈ سپیکر میں جماعت کرانی جائز ہے، مزید تفصیل مطلوب ہو تو میری تصنیف رسالہ لاؤڈ سپیکر

ملاحظہ کریں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲۲ رمضان ۱۳۸۲ھ ۔ ۔ فروری ۱۹۶۳ء

جماعت میں ٹخنے سے ٹخنہ ملانا

سوال :۔ نماز باجماعت میں الزاق الکعبین (ٹخنوں سے ٹخنے ملا کر کھڑے ہونا) اہل حدیث کا مسلک ہے لیکن کسی مرفوع روایت سے الزاق الکعبین کا ثبوت صریح نہیں ہے۔ صرف بخاری شریف و ابوداؤد میں نعمان بن بشیر صحابی سے اتنا آیا ہے۔ رایت الرجل منا یلزق کعبہ بکعبہ صاحبہ۔ سو یہ ایک کسی صحابی کا فعل ہے کوئی قولی یا فعلی مرفوع حدیث نہیں ہے۔ پھر اس میں یہ بھی نہیں کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایسا ہوتا تھا۔ اور آپ نے اس کو دیکھ کر سکوت فرمایا جس سے یہ حدیث تقریری ہو جائے نیز الرجل منا پر الف لام عہد خارجی ہے جس سے عمومیت اس فعل کی نہیں سمجھی جاتی۔

بعض صحابی کا صف بندی کرتے ہوئے یہاں تک اہتمام تھا و فی روایۃ احدنا وہاں بھی اضافت سے تعیین ہی مراد ہے۔ نیز الزاق کعبین پر جیسا دہلی وغیرہ میں عمل ہوتا ہے کہ پاؤں پر پاؤں چڑھا دیتے ہیں اور ٹخنے کو ٹخنے سے رگڑا جاتا ہے اور پاؤں کو قبلہ رخ سے ٹیڑھا کر دیا جاتا ہے۔ اس ہیئت کذائیہ کا ثبوت کسی روایت سے نہیں ہے۔ دوسرے الزاق کعبین میں بار بار رکوع و قیام میں حرکت کی جاتی ہے جو سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے۔ تیسرے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ الزاق کعبین صرف بوقت قیام ہی ہوتا تھا یا بوقت رکوع و سجود بھی ہوتا تھا۔ میرے خیال میں حدیث کا یہ مطلب نہیں جیسا کہ علمائے اہل حدیث نے سمجھا ہے بلکہ مقصود شارع علیہ السلام کا صرف التصاق فی الصف ہے۔ وہ قدم سے قدم ملانے سے ہو سکتا ہے جو حدیث میں یلزق کعبہ بکعب صاحبہ ہے اس سے مراد فقط محاذات اور قرب فی الصف ہے اس طور سے ذہب ما بین الصف نہ رہے کیونکہ شارع علیہ السلام کا مقصود صرف وصل صف و سد فرج ہے کما قال سدوا الخلل ولا تذروا فرجات للشیطان الحدیث۔ اسی لئے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں اس اثر نعمان بن بشیرؓ پر جو تبویب باندھی ہے وہ یہ ہے الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم (صحیح بخاری جلد اول ص۱۰۰)

بخاری علیہ الرحمۃ نے یلزق کعبہ بکعب صاحبہ سے الزاق کعبین جو ظاہر الفاظ سے سمجھا جاتا ہے

تبویب میں ذکر نہیں کیا اس کو کہتے ہیں فقہ البخاری فی تراجمہ صرف الزاق القدم بالقدم اس سے سمجھا۔ پس آپ اس مسئلہ پر بخوبی روشنی ڈالیں"

(السائل ابو محمد عبدالجبار خطیب مسجد اہل حدیث رنگون برما)

جواب :۔ شرح نخبہ میں جابر کی حدیث کنا نعزل والقران ینزل (ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اترتا تھا) کو مرفوع تقریری حکم میں شمار کیا ہے۔ یعنی صحابی اگر کہے کہ ہم وحی کے زمانہ میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا عہد نبوی میں فلاں کام کرتے تھے یا اس قسم کی کوئی اور عبارت بولے جس کا مطلب یہی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل یہ کام ہوتا تھا تو یہ بھی مرفوع حدیث کی قسم ہے۔ سو اس بناء پر نعمان بن بشیر کی روایت مرفوع ہوئی پھر آپ کس طرح کہتے ہیں کہ الزاق الکعبین (ٹخنوں سے ٹخنے ملا کر کھڑے ہونے کا مسئلہ) مرفوع حدیث نہیں۔ اس کے علاوہ نعمان کی حدیث میں پہلے یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ صفیں ٹھیک کرو ورنہ خدا تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔ اس کے بعد نعمانؓ کہتے ہیں۔

فرأیت رجلا یلزق منکبه بمنکب صاحبه ورکبته برکبة صاحبه وکعبه بکعبه (ابوداؤد باب تسویة الصفوف)

پس میں نے دیکھا ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا ملاتا ہے اور گھٹنے سے گھٹنہ اور ٹخنہ ٹخنے سے اس عبارت میں فرأیت کے لفظ میں بتا رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل انہوں نے اس سے کی کہ ایک دوسرے سے کندھے، گھٹنے اور ٹخنے ملا کر کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ان کی طرف متوجہ تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کی یہ صورت اختیار کی ہے تو یہ حدیث قولاً بھی مرفوع ہوگی اور تقریر صریح سے بھی مرفوع ہوگی۔ اور انسؓ کی حدیث میں ہے جو بخاری کے اسی باب میں ہے

اقیموا صفوفکم فانی اراکم من وراء ظهری وکان احدنا یلزق منکبه بمنکبه وقدمه بقدمه

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنی صفیں ٹھیک کرو کیونکہ میں تمہیں اپنی پچھاڑی سے بھی دیکھتا ہوں۔ اور ہمارا ایک دوسرے سے کندھے سے کندھا ملانا اور قدم سے قدم ملانا اس حدیث میں پچھاڑی سے بھی دیکھنے کا ذکر ہے۔ پس آپ کا اس کو مرفوع شمار نہ کرنا اول غلطی ہے اور نعمان بن بشیر کی حدیث میں الرجل کے

الف لام کو عہد خارجی بنانا اور انسؓ کی حدیث میں احدنا سے ایک معین مراد لینا یہ بھی آپ کی ڈبل غلطی ہے کیونکہ الف لام عہد خارجی تب ہوتا جب نعمان بن بشیرؓ کا مقصود صرف ایک شخص کا واقعہ بیان کرنا مقصود ہوتا جو متکلم مخاطب کے درمیان متعین ہوتا حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ وہ اس بات کو مسئلہ کے رنگ میں بیان کر رہے ہیں کہ ہم جماعت میں اس طرح مل کر کھڑے ہوتے کہ ایک دوسرے سے ٹخنے ملاتے یہاں ایک معین شخص سے کچھ مطلب ہی نہیں۔ اسی طرح انسؓ کی حدیث میں احدنا ایسا ہی ہے جیسے فاتحہ خلف الامام کی حدیث میں ہے۔

فلیقرأ احدکم فاتحۃ الکتاب فی نفسہ

چاہیے کہ ایک تمہارا آہستہ فاتحہ پڑھے

اور برتن میں کتے کے منہ ڈالنے کی حدیث میں ہے۔ "طھور اناء احدکم" پاکی برتن ایک تمہارے کی وغیرہ۔ رہی یہ بات کہ ٹخنے سے مراد ٹخنہ ہی ہے یا قدم ہے تو صحیح یہی ہے کہ قدم مراد ہے کیونکہ جب تک پاؤں ٹیڑھا نہ کیا جائے ٹخنے سے ٹخنہ نہیں مل سکتا تو گویا دونوں طرف ملانے کے لیے دونوں پاؤں ٹیڑھے کر کے کھڑا ہونا پڑے گا۔ جس میں کئی خرابیاں ہیں۔ ایک تو زیادہ دیر تک اس طرح کھڑے رہنا مشکل ہے۔ دوم انگلیاں قبلہ رخ نہیں رہتیں سوم اس کے لئے بار بار حرکت کرنی پڑتی ہے جو نماز میں خشوع کے منافی ہے۔ چہارم پاؤں کے اندر کی جانب اٹھانی پڑتی ہے جس سے سارا پاؤں زمین پر نہیں لگتا۔ غرض اس قسم کے کئی نقصان ہیں۔ اس لئے ٹخنے سے ٹخنہ مراد نہیں ہو سکتا بلکہ قدم مراد ہے۔ اور انسؓ کی حدیث میں ٹخنہ کی جگہ قدم ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مراد قدم ہی ہے اس لئے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب بھی قدم ہی کا باندھا ہے اور بعض لوگ قدم زیادہ چوڑے کر کے کھڑے ہوتے ہیں جس سے کندھے نہیں ملتے وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں جیسے قدم ملانے کا ذکر ہے کندھے ملانے کا بھی ذکر ہے۔ پس قدموں میں فاصلہ اتنا ہی ہونا چاہیے جتنا کندھوں میں ہے تاکہ دونوں مل جائیں۔

عبداللہ محدث روپڑی

پیچھے آنے والا مقتدی بچوں کو اگلی صف سے پیچھے ہٹا کر خود کھڑا ہو سکتا ہے؟

سوال :۔ پہلی صف میں بڑوں کے ساتھ بچے بھی کھڑے ہوں تو بعد میں آنے والا کسی بچے کو پیچھے ہٹا کر خود اس کی جگہ کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب :۔ پہلی صف میں اگر جگہ ہو تو بچے کھڑے ہو سکتے ہیں بلکہ بچہ اگر زیادہ پڑھا ہوا ہو۔ اور باقی لوگ

پڑھے ہوئے نہ ہوں تو بچہ امامت بھی کرا سکتا ہے۔

مشکوٰۃ میں یہ بھی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے قریب بالغ اور عقلمند یعنی اہلِ علم کھڑے ہوں۔ ایک صحابیؓ نے اس حدیث کی بنا پر ایک بچے کو پیچھے کر دیا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ

پیچھے آنے والا اپنے ساتھ ملانے کے لئے صف کے درمیان سے نمازی کو کھینچے یا صف کے کنارہ سے

سوال :۔ اکیلا خلف الصف کس جگہ سے نمازی کو کھینچے درمیان سے یا طرفین سے۔ اگر جماعت قعدہ یا تشہد یا قومہ یا رکوع میں ہو تو کھینچنے کی صورت کیا ہوگی

مولوی ولی محمد

جواب :۔ اکیلا صف کے پیچھے درمیان سے کھینچے۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔

وَسِّطُوا الْإِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ رواہ ابوداؤد (منتقیٰ باب وقوف الامام تلقاء وسط الصف)

ترجمہ۔ امام کو درمیان کرو اور خلل بند کرو۔

اِس حدیث میں امام کو درمیان رکھنے کا ارشاد ہے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ درمیان سے کھینچے کیونکہ کنارہ سے کھینچنے کی صورت میں اگر کنارہ میں کھڑا ہو جائے تو اس حدیث کا خلاف لازم آتا ہے اور اگر کھینچ کر درمیان لائے تو ضرورت سے زیادہ حرکت لازم آتی ہے۔ رہا درمیان خلل پیدا ہونا سو اس کے متعلق سُدُّوا الْخَلَلَ کا ارشاد اسی حدیث میں موجود ہے۔ بقیہ صف اس ارشاد کے تحت خلل کو خود ہی بند کرے گی۔ اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہر ایک کو تھوڑی حرکت کرنی پڑے گی جس سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا اور کنارہ سے کھینچ کر درمیان لانے سے تو بعض دفعہ بہت زیادہ چلنا پڑتا ہے جو بظاہر نماز کی شان کے خلاف ہے اور ہر ایک نمازی کا تھوڑا سرکنا منافی نہیں۔ پس ترجیح اسی کو ہے کہ درمیان سے کھینچے نہ کہ کنارہ سے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ

۱۷ رجب ۱۳۵۹ھ ۲۲ اگست ۱۹۴۰ء